از مولانا سعید احمد اکبرآبادی

علماء اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ

علمائے کرام نے اپنی سرگرمیوں کو مدارس میں درس و تدریس، وعظ و خطابت اور سیرت کے جلسوں میں شرکت اور تقریر تک محدود کر رکھا ہے۔ اور مسلم نوجوانوں میں جو حرکت پیدا ہو رہی ہے اور اسلام کی سربلندی و سرفرازی کے لئے نہایت منظم طریقہ پر بڑے جوش اور دل کی لگن کے ساتھ وہ جو کام کر رہے ہیں، علمائے کرام بحیثیت ایک طبقہ کے اس سے کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بسا اوقات اس معاملہ میں ان کی روش بجائے مثبت ہونے کے منفی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ طبقۂ علماء اور نوجوانوں میں بعد وافتراق کی خلیج روز بروز وسیع تر ہو رہی ہے۔ اور تعلیم یافتہ طبقہ پر علماء کی گرفت ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے۔ پھر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلامیات پر تحقیق و تصنیف، اور اسلامی اداروں کی تنظیم و تعمیر کا جو کام انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ صرف یہاں نہیں بلکہ ساری دنیا میں کر رہا ہے۔ وہ ہمارے علماء کا طبقہ نہیں کر رہا۔ اور اس طبقہ میں اب ایسے افراد بھی بکثرت ملیں گے جو علوم جدیدہ کی اعلیٰ تعلیم اور ان میں ماہرانہ درک و بصیرت کے باوصف ماشاء اللہ علم دین میں دستگاہ رکھتے ہیں۔ حافظ قرآن بھی ہیں اور قاری بھی۔ مسجدوں میں امامت کرتے ہیں۔ تراویح میں قرآن مجید سناتے اور قرآن کا درس بھی دیتے ہیں۔ ان سب امور کے پیش نظر ذرا بعید نہیں کہ آئندہ مسلمانوں کی دینی قیادت طبقۂ علماء سے منتقل ہو کر انہی لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے۔ اگر ایسا ہوا تو کسی کو اس پر تعجب نہ کرنا چاہئے کیونکہ اللہ کی ذات بڑی بے نیاز ہے۔ وہ اپنے دین کی حمایت و نصرت اور اس کے اعلاء و سربلندی کے لئے کسی خاص جماعت یا گروہ کا محتاج نہیں۔ اس نے یہ کام کبھی بادشاہوں سے لیا ہے، کبھی ارباب تیغ و تفنگ سے۔ کبھی صوفیائے کرام سے لیا ہے اور کبھی اصحاب علم و فضل اور ارباب قلم سے۔

اسلام اگر اللہ کا دین ہے اور اسے قیامت تک موجود اور سرفراز و سربلند رہنا ہے تو ہر دور اور ہر زمانہ میں ایسے مخلص اور خدمت گذاران دین پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو اس کا نام اور کام روشن رکھیں گے۔ لیکن اگر مسلمانوں کی دینی اور ذہنی قیادت کا سررشتہ علماء کے ہاتھ میں نہ رہا تو سوچنا چاہئے کہ پھر ہمارے سینکڑوں مدارس عربیہ و دینیہ کس مرض کی دوا ہوں گے۔ اور ان کے وجود کی افادیت کیا ہوگی؟ درحقیقت یہی وہ اندیشے تھے جن کی بنا پر راقم الحروف عرصہ دراز سے تقریروں اور تحریروں میں مدارس کے نصاب تعلیم اور طریق تعلیم کی اصلاح اور ان کی تنظیم جدید کا پرچار کرتا رہا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ منتخب علماء و فضلاء پر مشتمل ایک

بدھ ڈکی مدد سے ڈیڑھ دو برس کی محنت اور غور و خوض کے بعد ایک جامع نصاب بھی شائع کر دیا گیا ہے جو سنٹرل وقف کونسل نئی دہلی کے دفتر سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اگر علماء نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے معاملات و مسائل سے دلچسپی نہیں لیتے۔ اور ان کی تحریکات و اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات انگریزی یا کسی اور مغربی زبان اور علوم جدیدہ سے ناواقف ہوتے اور اسی بنا پر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ موجودہ زمانے کے سماجی اور اقتصادی مسائل پر اگر گفتگو کریں گے بھی تو یہ گفتگو فن کی زبان میں نہ ہونے کے باعث مخاطب کے لئے اطمینان بخش اور یقین افروز نہ ہوگی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی مرحوم کی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" ندوۃ المصنفین دہلی کی طرف سے شائع ہوئی تو ملک میں دھوم مچ گئی اور کتاب بڑی مقبول ہوئی۔ لیکن جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب جن کا خاص موضوع اقتصادیات تھا اور جو اس زمانہ میں قرول باغ میں ہمارے قریب ہی رہتے تھے انہوں نے اس کتاب کو بڑے شوق اور توجہ سے پڑھنے کے بعد فرمایا۔

اس میں شک نہیں کہ مولانا نے کتاب بڑی محنت و کاوش اور تحقیق سے لکھی ہے۔ لیکن اقتصادیات کے طالب علم کے لئے ناقابل فہم ہے۔ اس لئے میرا جی چاہتا ہے کہ بس اس کتاب کو فن کی زبان میں "فن کے اصول اور اس کے قواعد و ضوابط کے مطابق مرتب کر دوں"

ہم نے عرض کیا ڈاکٹر صاحب! یہ کام ضرور کیجئے۔ آپ کو بڑا ثواب ملے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے پختہ وعدہ فرمایا، لیکن افسوس یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔

جو حال اقتصادیات کا ہے وہی حال سوشیالوجی، پالٹیکل سائنس، قانون اور فلسفۂ مغرب کا ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ سے سماجیات، سیاست، قانون اور علم کلام کے مسائل و مباحث پر سیر حاصل اور نتیجہ خیز گفتگو ان علوم میں درک و بصیرت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ان حقائق کے پیش نظر ممالک عربیہ کے دینی مدارس اپنے نصاب تعلیم پر نظر ثانی کر رہے ہیں۔ پھر ہم کیوں نہ کریں۔

(برہان، اپریل ۶۴ء)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے
پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیے